شیخ الحدیث حضرت مولانا لطافت الرحمٰن صاحب (اسلام آباد)

حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی رحمۃ اللہ علیہ چند یادیں

عرض احوال یہ ہے کہ میں آج کچھ تاخیر سے ایک روحانی مخلوق یعنی العلامۃ اللاثانی مولانا محمد موسیٰ الروحانی کا مرثیہ لکھ رہا ہوں گویا

قلم بر داشتم از ناصبوری ؛ کہ شرح ایں دل پر خون نویستم
ولے زیں قصہ دل سوز وجانکاہ، قلم لرزید گفتا چوں نویستم

دراصل چونکہ مرحومؒ کے بارے میں لکھتے وقت ان کی ذات ان کی صفات اور حالات وکمالات کا تصور دماغ پر چھا جاتا ہے ، اور آتش حزن وملال جلانا لگتی ہے تو لکھنا دشوار ہوتا ہے اگرچہ اس صورت حال کا وہ فائدہ بھی ہے جو شاعر نے کہا تھا کہ

کتبت وفی فئوادی نادحذن ؛ لها لهب وفی جفنيانسكاب؛
فلولاالنار بل الدمع خطی ؛ ولولا اللمع لا حترق الكتاب ؛

پھر مرحومؒ کے حالات وسوانح قلمبند کرنا اور ان کے علم وفضل کا احصاء وشمار کرنا ـــ ممکن نہیں ہے تو مشکل ضرور ہے کیا کسی بحر ذخائر کی موجوں کو گنا جاسکتا ہے اور جنگل وصحرا کے پودوں چھوٹے بڑے درختوں کو شمار کیا جاسکتا ہے وازلیس فلیس بہر حال چونکہ مرحومؒ کا مرثیہ لکھنا بوجوہ ذیل ضروری تھا تو میں لکھنے لگا اگرچہ مختصر اور قلیل ہے :

ولوانی کتبت بشوق حذنی ؛ لافنيت الصحائف والمدادا
ولكنی آكتفيت علی قليل ؛ يذكرنی المحبة والودادا

لکھنے کے بعض وجوہ یہ ہیں :

(۱) اول تو خود میرا اور مرحومؒ کا انتہائی خلوص ومودت (۲)۔ دوسری بات یہ کہ میں نے جلدی میں چند رثائی اشعار لکھ کر مجلہ "الحق" میں اشاعت کیلئے حافظ راشد الحق صاحب کے پاس ارسال کرلئے ، اشعار یقیناً ناکافی اور مختصر سلسلہ تھا اور تلافی طلب ۔ (۳)۔ تیسری بات یہ کہ برادرم مولانا سمیع الحق صاحب محترم مجھ سے مرحومؒ کا مناسب مرثیہ لکھنے کی اس طرح فرمائش کرنے

والے تھے جس طرح کہ انہوں نے مرحومؒ و مغفور حضرت الاستاذ مولانا افغانی رحمہ اللہ کی وفات پر مجھے لکھا تھا کہ تم کو حضرت کا مرثیہ لکھنا ضروری ہے۔ غرض یہ کہ مرثیہ لکھنے لگا ہوں اور صورت حال یہ ہے کہ ؎ آوارہ گشتہ ام مگر امشب نظارہ را ؛ پیوند کردہ ام جگر پارہ پارہ را ؛

ہاں میں مرحومؒ کے عام حالات، ولادت، وفات وغیرہ وغیرہ کو قلمبند کرنے والا بھی نہیں ہوں بلکہ مجھے صرف اور صرف ان کے علمی اور تعلیمی باغ و بستان کی وہ چند کلیاں چننے ہیں جن کا مجھ سے براہ راست یا کچھ بالواسطہ تعلق رہا ہے گویا ؎

ہم نے اپنے آشیانہ کیلئے ' جو چبھے دل میں وہی تنکے لئے

(۱)۔ چنانچہ اب تو میں مرحومؒ کی طالب علمی کا وہ امتیازی اور نادر و غریب حال ذکر کرتا ہوں کہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں جب نصاب درس کی وسطانی کتابوں کا سالانہ امتحان ہو گیا، نتائج شائع ہو گئے تو حضرت الشیخ مولانا عبدالحق رحمہ اللہ نے میرے متعلق طلبہ میں سے دو طالب علموں کے جوابی پرچے بطور ریکارڈر رکھنے کا حکم صادر فرمایا وہ ایک تو مولانا موسیٰ خان مرحومؒ تھے اور دوسرا صاحبزادہ عارف باجوڑ والا تھا۔ (۲)۔ میں جب بہاولپور اسلامیہ یونیورسٹی میں گیا اور مرحومؒ قاسم العلوم ملتان میں تھے۔ بہاولپور میں چونکہ حضرت افغانی رحمہ اللہ اور مجھ سے تعلق تھا نیز شیخ سعید صاحب ان کے مرید اور مخلص دوست تھے اس وجہ سے وہ بہاولپور آیا کرتے تھے۔ ایک بار مرحومؒ نے اپنی کتاب پر حضرت افغانیؒ سے تقریظ مانگی۔ کتاب علم النحو کی تھی تو اس پر حضرت نے جو کچھ تحریر فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "اس کتاب کے مطالعہ سے خود مجھے علم نحو کے وہ مسائل و نکات علم میں آئے جو میں اس سے پہلے نہیں جانتا تھا"۔ (۳)۔ پھر جب میں کراچی میں تھا اور مرحومؒ حسب معمول اپنی ہر چھپنے والی کتاب کے نسخے میرے پاس بھیجا کرتے تھے تو ایک بار تو فلکیات والی کتابوں کا اتنا وزنی پارسل بذریعہ ڈاک بھیجا کہ ڈاک خانہ والوں نے مجھ سے پارسل منگوانے کیلئے آدمی مانگا۔

(۴)۔ مرحوم کی دوسری بے شمار کتابوں کے علاوہ میں نے ان کی کتاب نیل البصیرہ فی نسبۃ سبع عرض شعیرہ کے بارے میں میں نے اپنی تازہ چھپنے والی کتاب "الادب البخاری فی ابیات صحیح

البخاری" میں لکھا ہے کہ "یفوق علی ماکتب فی المسئلة العلماء المتقدمون والمتأخرون فلیطالعها من له مس بالریاضی القدیم وفوق کل ذی علم علیم"۔(۵)۔ مرحومؒ نے اپنی اردو کتاب "فلکیات جدیدہ" میں اسی مسئلے کو نہایت عمدہ طور پر بیان کیا ہے: کہ مشارق ومغارب کے اختلاف کے سبب حجاز میں اور پاک وھند کے طلوع چاند میں ایک کا کیا بلکہ دو دن کا فرق ہو سکتا ہے جبکہ بعض دقیانوسی فقہاء یا عوام اس پر مصر ہیں کہ تمام بلاد کے مشارق ومغارب کا ایک ہونا ضروری ہے۔(٦)۔ میرے بارے میں مرحومؒ کا ایک برادرانہ مخلصانہ معمول تھا کہ میرے نام اپنے ملفوف خطوط کے ہمراہ اکثر و بیشتر رقوم بھیجا کرتے تھے میں نے بارہا دو کا مگر رکے نہیں اور ایک بار ملفوف سے لاہور ہی میں کسی نے تین سو روپے کے نوٹ نکالے اور ان کو جب علم ہوا تو اگلی دفعہ پانچ سو روپے کے نوٹ ملفوف کرائے اور میں باوجود محتاج نہ ہونے کے جب ان کا ہدیہ قبول کرتا رہا تو حضرت ایوب علیہ السلام کا یہ فقرہ لکھا کہ "مالی غنی عن برکتک" (۷)۔ مرحومؒ کے درس وتدریس، تصنیف وتالیف منظوم ومنثور اور قلم وقدم کے کارنامے بہت ہیں۔

داماں نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار ؛ گل چین بہار توز داماں گلہ دارد

لیکن ان کا وہ قصیدہ "فتح الصمد فی جمع ست مائة اسماء الاسد" جو مرحومؒ نے حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے مرثیہ میں لکھا ہے وہ تو ایک علمی تاریخی فنی شاہکار ہے جسکی مثال بہ ظاہر ناممکن ہے: میں نے اس قصیدے کے بحر ووزن تقطیع وارکان کا گہری نظر سے جائزہ لیا جس میں فن عروض کے لحاظ سے کوئی نقص وخلل نہ ملا حالانکہ اتنے شعروں کو قلم کے جال میں منظوم اور منظّم کر کے جمع کرنا مشکل نہیں محال ضرور ہے۔

عبدالرسول صاحب منظوم عبدالرسول نے خوب کہا ہے کہ

ع نسبت اسان نظم کردن مسئلہ عربیہ را ۔ اور اگرچہ مرحومؒ عام فنون کی طرح اس فن میں بھی صاحب تصنیف تھے مگر ساتھ ہی ذوق بھی وہ ملا تھا جو مولانا روم نے فرمایا ہے کہ

"من ندانم فاعلات فاعلات" "شعر گویم بہتر از آب حیات"

(۸)۔ مرحومؒ کی بے شمار عظمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ مجھ جیسے کم علم اور حقیر وفقیر کو شیخی وسندی کے القاب سے یاد کرتے تھے جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خود خدا رسیدہ عالم اور حافظ کے

اس قول کے مصداق تھے کہ ؎

فروتنی است دلیل رسدگان خدا　　سوار چونکہ بمنزل رسد پیادہ شود

(۹)۔ رہا مرحومؒ کا نماز میں جان جان آفرین کے سپرد کرنا یا ان کے مرقد موسوی سے امام بخاری رحمہ اللہ کی طرح قبر سے خوشبو آنا، قبر کی مٹی کا عطر و زعفران بنناو غیرہ وغیرہ۔ کرامات یہ تو کوئی جوبہ نہیں ہے بلکہ اللہ کے خاص الخاص بندوں کے مابعد الموت باقیات صالحات بھی ہوتی ہیں جن کا اہل ہونا مرحومؒ کیلئے ایک ادنیٰ کرشمہ ولی اللّٰہی ہے۔ (۱۰)۔ بہر صورت اس وقت عجلت میں نہایت اختصار سے یہ چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ حافظ راشد الحق سمیع صاحب کی خدمت میں بھیج رہا ہوں تاکہ وہ اس کو اس مختصر قصیدے کو اس صورت سے شامل کرے جس کو وہ اپنی صوابدید سے ترتیب دینگے جبکہ ہم سب اہل حق یعنی مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ والے ہیں۔

قومی خدمت ایک عبادت ہے

اور

سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے

سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے

Servis